

وقف قانون سازی: بہبود ملت یا روایتی

حکمرانی؟

ڈاکٹر سید ظفر محمود

وقف بل 2010 اب دوبارہ مرکزی وزارت برائے اقلیتی امور کے پاس ہے راجیہ سبھا کی اس ہدایت کے ساتھ کہ سلکٹ کمیٹی کی سفارشات کے بموجب اس میں ترمیم کر کے پھر سے پارلیامنٹ کے سامنے پیش کیا جائے۔ اندرونی خبر یہ ہے کہ وزارت اقلیتی امور نے اپنا کام کر کے اسے وزارت قانون کے پاس بھیج دیا ہے۔ انہیں دونوں وزارتوں کے کل تقریباً نصف درجن افسر شاہوں کے دربار میں ایک دفعہ پھر سولہ کروڑ مسلمانوں کی پانچ لاکھ وقف املاک کا فیصلہ پہنچ گیا ہے۔ اس کو انگریزی میں کہتے ہیں Back to square one یعنی کہ سانپ سیڑھی والے لوڈو میں جب کھلاڑی اچانک 99 سے واپس ایک پر پہنچ جاتا ہے، گویا کہ جہاں سے بات شروع ہوئی تھی وہیں۔ ہونا یہ چاہئے کہ حکومت مسلمانوں کے اس بیش قیمت اثاثہ کے ساتھ جو کچھ کرنے جا رہی ہے اسے بجائے ملت سے چھپا کے رکھنے کے اسے ملت کے سامنے کھلے طور پر لائے، ترمیم شدہ بل کے مسودہ کے ہر شق پر ملک میں بحث ہو اور پھر حکومت اس پر ملت کی منشا کے مطابق اپنا لائحہ عمل تیار کرے۔

فی الوقت تو یہ دونوں وزارتیں ایک ہی وزیر کے پاس ہیں۔ لہذا اب تو دونوں وزارتوں کے درمیان مسلمانوں کے حق میں مکمل ہم آہنگی ہونی چاہئے۔ وزیر موصوف کو چاہئے کہ وقف بل پر خاصا وقت لگائیں۔ انہیں ذاتی معلومات حاصل کرنی ہو گی کہ جے پی سی، سچر کمیٹی اور سلکٹ کمیٹی تینوں نے اوقاف کے مختلف پہلوئوں کے متعلق کیا کیا سفارشاتیں کیں اور ان میں سے ہر ایک پر حکومت کا کیا رد عمل ہے اور اس رد عمل کے پیچھے کیا جواز ہے۔ جب وہ مطمئن ہو جائیں تو اس بابت مکمل دستاویز وزارت اقلیتی امور کی ویب سائٹ پر تحریر کر کے اس عمل صالح کا عوام میں اعلان کر دیا جائے کہ اس بابت جس کو جو کہنا ہو چہ ہفتہ میں لکھ کر فلاں ای میل پر بھیج دیا جائے۔ ملت کے اس تعامل یعنی کہ فیڈ بیک (feedback) کا وزارت کے ذریعہ باقاعدہ مکمل جائزہ لیا جائے۔ پھر اس

پر بھی ایک دستاویز تیار کیا جائے کہ ملت نے کیا مدعے اٹھائے اور ان پر وزارت کا کیا رد عمل ہے اور اس کا کیا جواز ہے۔ اس پر بھی جناب وزیر ذاتی طور پر خوب غور خاص کر لیں اور اس پر ضروری کارروائی کروائیں۔ یہ دستاویز بھی وزارت کی ویب سائٹ پر ڈال دیا جائے۔ پھر اس کے بعد ترمیم شدہ بل پارلیامنٹ میں دوبارہ پیش ہونا چاہئے۔

یہ موقع ایسا ہے کہ مسلمانوں کی خوشنودی کے لئے حکومت کو ایک قدم آگے ہی بڑھا نا چاہئے تاکہ لگے کہ مسلمانوں کے ملی اثاثہ کو تباہی سے بچانے کیلئے اور اس کے تحفظ و استحکام کو یقینی بنانے کیلئے حکومت کوئی کٹر نہیں چھوڑ رہی ہے نا کہ یہ لگے کہ مسلمان اپنی چیز بچانے میں لگے ہیں اور اس کے لئے ان میں حکومت پر اعتماد کی کمی ہے۔ یہاں یہ دقیق نکتہ ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ امور اوقاف کا انتظام کرنے کی ہمارے سیکولر نظام میں حکومت کی مقدم آئینی ذمہ داری نہیں ہے۔ وقف قانون اس وجہ سے بنا یا گیا کیونکہ حکومت نظام اوقاف کو بہتر اور کارآمد بنانے میں مسلمانوں کی مدد کرنا چاہتی تھی۔ سکھوں کے گردواروں اور عیثائیوں کے کلیساؤں و دیگر فلاحی املاک کا انتظام موثر انداز سے حکومت کے دائرہ عمل سے باہر ہے۔ لیکن اوقاف کا نظام پوری طرح سے حکومت کے زیر حکم برداری ہے۔ حالانکہ اوقاف کا نظام بھی مسلمانوں کا اندرونی معاملہ مانا جا سکتا تھا۔ اس میں حکومت کی مداخلت کی ضرورت نہ پڑتی۔ لیکن سکھوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں وقف املاک کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کے انتظام کے لئے ملک گیر قانون ہو تو بہتر ہے۔ پھر بھی اس کا یہ پرگزمطلب نہیں ہے کہ وقف قانون کی ایک بھی شق مسلمانوں کی منشا کے خلاف ہو سکتی ہے۔ لہذا وقف قانون میں مجوزہ ترمیمات کو مسلمانوں سے چھپا کے رکھنا مسلمانوں کے اندرونی ملی مسائل کے معاملہ میں حکومت کی طرف سے شفافیت کی کمی کے مترادف ہے۔ پارلیامنٹ میں دوبارہ لے جانے سے پہلے بل کا ترمیم شدہ مسودہ مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا حکومت کا آئینی، سماجی و اخلاقی فریضہ ہے۔ ایسا نہ کرنے سے حکومت کی طرف سے مسلمانوں کے تئیں بد دیانتی کا شائبہ ہو سکتا ہے۔

اوقاف سے متعلق جے پی سی اور جسٹس سچر کمیٹی کی رپورٹوں میں جو سفارشات کی گئیں ان میں سے بیس عدد مئی 2010 میں پیش کردہ حکومت کے وقف بل میں شامل نہیں تھیں۔ اس لئے راجیہ سبھا نے بل کو سلکٹ کمیٹی کے حوالہ کر دیا۔ سلکٹ کمیٹی نے دسمبر 2011 میں اپنی رپورٹ

پیش کر دی۔ لیکن اس رپورٹ میں بھی جے پی سی اور جسٹس سچر کمیٹی کے ذریعہ کی گئی چودہ سفارشوں پر تبصرہ ہونے سے رہ گیا۔ اندرونی طور پر معلوم ہوا کہ وقت اور اراکین کے پاس فوری مہارت کی کمی کی بنا پر میٹنگوں کے دوران وزارت اقلیتی امور اور وزارت قانون کے افسران کے ذریعہ اٹھائے گئے اعتراضات کے جوابات تیار نہیں ہو سکے۔ یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ سلکٹ کمیٹی میں صرف راجیہ سبھا کے تیرہ (13) ممبر تھے۔ جبکہ جے پی سی میں لوک سبھا اور راجیہ سبھا دونوں ایوانوں کے تیس (30) اراکین تھے۔ تو یہ کس طرہ مناسب ہے کہ 13 ممبر والی ایک ایوان کی کمیٹی کی سفارش پر حکومت غور کرے لیکن 30 ممبر والی دونوں ایوان کی کمیٹی کی سفارشات کو حکومت اس طرح خارج کرے کہ ان کا ذکر تک نہ کرے اور انہیں خارج کرنے کی وجہ تک نہ بتائے؟ یہ غفلت تو حکومت کی طرف سے پارلیمانی استحقاق میں شگاف (Breach of Privilege) اور ایوان کی توہین (Contempt) کے دائرے میں آ جاتی ہے۔

اب بھی وقت ہے۔ جلد بازی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جے پی سی کی رپورٹ 2008 میں آئی تھی اور جسٹس سچر کمیٹی کی رپورٹ 2006 میں۔ چار سے چھ برس ہو چکے ہیں۔ اگر چار چھ مہینہ اور لگ جائیں گے تو آسمان نہیں ٹوٹ پڑے گا۔ لیکن اگر ترمیم شدہ وقف بل بھی مسلمانوں کے مفاد کے خلاف آتا ہے تو ملت اس غلطی کو دانستہ سمجھے گی اور پھر اس کے لئے ارباب حل و عقد کو معاف کرنا مشکل پڑ جائے گا۔ لیکن اس درمیان اگر مجوزہ ترمیم شدہ بل ملت کے سامنے کھلے طور پر پیش کر دیا جاتا ہے، اس پر ملک میں بحث ہو جاتی ہے اور مسلمانوں کے جذبات و احساسات کو شامل کرتے ہوئے ترمیم شدہ وقف بل کا مسودہ پارلیامنٹ میں پیش ہوتا ہے تب پھر مسلمان حکومت کی نیت کو صاف مانیں گے۔ جگہ کی قلت کی بنا پر اوقاف سے متعلق صرف تین مدعوں پر یہاں روشنی ڈالی جا رہی ہے۔ مکمل تفصیل تین حصوں میں www.wakfwatch.in پر دیکھی جا سکتی ہے۔

جے پی سی برائے اوقاف و سچر کمیٹی دونوں نے اپنی رپورٹوں میں لکھا کہ ملک کے 28 صوبائی وقف بورڈوں میں چیف اگزیکیوٹو آفسر (CEO) کی حیثیت سے کل وقتی تعیناتی کے لئے سینئر مسلمان آفسر عموماً ندارد رہتے ہیں کیونکہ ملک کی آفسر شاہی میں مسلمان %2.5 سے بھی کم ہیں۔ اسلئے آفسر شاہی میں کوئی درجہ نہ رکھنے والے غیر آفسر شاہوں کو اکثر سی ای او بنانا پڑتا ہے جنہیں ملک کی آفسر شاہی کسی خاطر میں نہیں لاتی ہے۔ یا زیادہ سے زیادہ کسی آفسر کو اپنے کل وقتی ذمہ

داریوں کے ساتھ ساتھ وقف سی ای او کا اضافی چارج دے دیا جاتا ہے۔ اس طرح وقف کا نظام خسارہ میں رہتا ہے۔ لہذا دوسفارشیں کی گئیں۔ ایک یہ کہ وقف قانون میں لکھا جائے کہ وقف بورڈ کے سی ای او صوبائی حکومت کے ڈائریکٹر سے کم سطح کے نہیں ہوں گے۔ اس سفارش کو حکومت نے جزوی طور پر تسلیم کرتے ہوئے وقف بل 2010 میں لکھ دیا کہ سی ای او کم سے کم ڈپٹی سیکریٹری سطح کا ہو گا اور اگر اس سطح کا مسلمان افسر صوبائی حکومت میں موجود نہ ہو تو بھی سی ای او کو انڈر سیکریٹری سطح کا تو ضرور ہونا ہو گا۔ چلئے خیر مسلمانوں کو اوقاف کے حق میں کچھ تو ہاتھ آیا۔

لیکن اس ضمن کا دوسرا اہم مسئلہ یہ ہے کہ جب ملک بھر میں مسلمان افسر ہیں ہی صرف 2.5% تو سی ای او کی حیثیت سے طعیناتی کے لئے ہر تین سال پر درجنوں مسلمان افسر آئیں گے کہاں سے؟ اس لئے سچر کمیٹی نے اہم ترین سفارش کی کہ نظام اوقاف کے لئے ایک علیحدہ کادر بنایا جائے جسے انڈین وقف سروس کہا جا سکتا ہے۔ 2007 میں ہی اس تجویز کو مرکزی وزارت اقلیتی امور کے ایک ڈپٹی سیکریٹری نے فائل پر اپنے قلم کی ایک جنبش سے ایک جملہ میں ہی خارج کر دیا تھا۔ اوپر تک اس پر کسی نے کوئی سوال نہیں اٹھایا تھا۔ پھر ملک میں حکومت کے اس نا معقول رویہ پر احتجاجات ہوئے جس کی تفصیل google کر کے دیکھی جا سکتی ہے۔ نتیجتاً.... کچھ جو سمجھا مرے شکوے کو تو رضواں سمجھا۔ الحمد للہ قومی اقلیتی کمیشن کے موجودہ سربراہ و اراکین نے اس اہم سفارش کی افادیت کی پذیرائی کی اور کمیشن نے وزارت اقلیتی امور و وزیر اعظم دفتر کو لکھا کہ امور اوقاف کے نظام کے لئے الگ کادر بنایا جانا چاہئے۔ اس پر وزارت اقلیتی امور نے چند تکنیکی تبصرہ کئے ہیں جن کا قومی اقلیتی کمیشن جواب دینے والا ہے۔ ان مخطوطات اور اس سلسلہ میں دستاویزی خبر گیری کی تفصیل www.zakatindia.org پر وقف کی شبیہ (Icon: Waqf) کے تحت پڑھی جا سکتی ہے۔

وقف قانون میں سنٹرل وقف کائونسل کے سیکریٹری کے عہدے کے لئے لازمی لیاقت اور حکومت ہند کی افسر شاہی میں اس کے ضروری رتبہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس وجہ سے حکومت کے گلیاروں میں سنٹرل وقف کائونسل کے سیکریٹری کا ایسا کچھ بھی رعب و دبدبہ نہیں ہوتا جس کی وجہ سے تمام افسر شاہی میں اس کا اقبال چڑھ کر بولے اور نظام اوقاف کو اس کا فائدہ پہنچے۔ مرکزی وقف انتظامیہ میں اس کلیدی و محورانہ نقص کا ازالہ کرنے کے لئے سچر کمیٹی نے سفارش کی تھی کہ اس جگہ کم سے کم حکومت ہند کے جوائنٹ سیکریٹری کی سطح کا افسر طعینات ہونا چاہئے۔ مرکزی

کابینہ نے اس تجویز کو منظور کر لیا۔ پھر بھی اس بابت حکومت کی طرف سے اب تک کوئی قانون ساز کارروائی نہیں ہوئی ہے۔ حق اطلاع قانون کے تحت بس وزارت اقلیتی امور نے یہ کہہ دیا کہ سکرپٹری کے تعین کی ترکیب مرکزی وقف کائونسل رولس (Central Wakf Council Rules, 1998) میں درج ہے۔ لیکن وہاں تو صرف یہ لکھا ہے [Rule 7(1)] کہ وزیر موصوف جس مسلمان کو چاہیں سکرپٹری بنا دیں۔ اسی لئے سچر کمیٹی نے کہا کہ سنٹرل وقف کائونسل کا سکرپٹری حکومت ہند کے جوائنٹ سکرپٹری سے کم درجہ کا نہ ہو۔ اس اہم سفارش پر بھی عمل درآمد ابھی تک باقی ہے۔

مرکزی محکمہ آثار قدیمہ جسے ضابطہ کے مطابق Archaeological Survey of India کہا جاتا ہے کو قانوناً (Ancient Monuments and Archaeological Sites and Remains Act (1958) یہ حق ہے کہ سو برس سے زیادہ قدیم جس عمارت کو وہ چاہے قومی اہمیت کا قرار دے دے۔ اس اختیار عملداری سے اوقاف مستثنیٰ نہیں ہیں۔ لیکن اس طرح تحویل شدہ املاک کی محافظت اور پائیداری کی ذمہ داری بھی اسی قانون کے تحت محکمہ آثار قدیمہ کی ہی ہے۔ جن تحویل شدہ وقف املاک کو پوری طرح سنبھال کے رکھنے کی ذمہ داری محکمہ نہیں نبھا رہا ہے ان کی تحویل سے محکمہ کو دستبردار ہو جانا چاہئے [Section 17(b)]۔ اس بابت ملت کو بیدار و چوکس رہنا ہوگا۔

سچر کمیٹی نے سفارش کی کہ محکمہ آثار قدیمہ اور سنٹرل وقف کائونسل کو اس تعلق سے مستقل غور و خوض کرنے کے لئے ہر تین ماہ پر ایک دفعہ مشترکہ میٹنگ کرنی چاہئے۔ اس تجویز کو حکومت نے منظوری دے دی۔ اس سفارش پر عمل کرتے ہوئے محکمہ آثار قدیمہ اور سنٹرل وقف کائونسل کی جو میٹنگ منعقد ہوئی ان کی روداد مندرجہ بالا ویب سائٹ پر اردو میں پڑھی جا سکتی ہے۔ کچھ تو بات آگے بڑھی۔ لیکن اس سلسلہ کی متواتر جان آفرینی کرنا ضروری ہے۔ سنٹرل وقف کائونسل کو ان تمام وقف املاک کی حالت کے بارے میں صوبائی وقف بورڈوں کی مدد سے تازہ معلومات حاصل کرنی ہوگی جو محکمہ آثار قدیمہ کے زیر تحویل ہیں۔ جن تحویل شدہ اوقاف کی دیکھ بھال محکمہ آثار قدیمہ عرصہ سے نہیں کر رہا ہے اور نتیجتاً وہ غیر قانونی قبضہ میں جا رہی ہیں ان کی فہرست سنٹرل وقف کائونسل کو ہر تمہائی میٹنگ میں محکمہ کو دے کر زور دینا چاہئے کہ ان کی تحویل سے محکمہ دستبردار ہو جائے اور پھر متعلقہ وقف ناموں کے مطابق ان املاک کے انتظام کا بندوبست کیا جائے۔ قانون کے دائرہ میں ایسے اوقاف کی تحویل ضروری ہدایات کے ساتھ مدبرو بے غرض ملک گیر

ملی تنظیموں کے سپرد بھی کی جا سکتی ہے۔ حق اطلاع قانون کے تحت حاصل شدہ محکمہ آثار قدیمہ کے زیر تحویل وقف املاک کی فہرست www.wakfwatch.in پر موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ماہ صیام میں ہم مسلمانوں کے لئے ہماری بنیادی جسمانی جبلتوں (Basic human instincts) سے چند روزہ، شمار کردہ ضبط مقرر کیا ہے جس کا حتمی مقصد اپنی ذات کو صعوبت پہنچانا نہیں ہے بلکہ رمضان کے روزے ہمارے لئے سالانہ تازگی بخش نصاب (Annual Refresher Course) ہیں۔ ان کے ذریعہ ایک مہینہ تک ذہنی توجہ جسمانی ضرورتوں سے ہٹا کر فہم و ادراک کی دانائی و وسعتوں کی طرف مبذول کی جا نی چاہئے۔ آئے اس پاک مہینہ میں ہم اپنے ذہنی دریچوں کو کریدیں، جائزہ لیں کہ ہم اپنے دنیاوی وجود کی اہمیت کو کتنا پہچان سکے ہیں، ہم ملت کی فلاح و استحکام کے تئیں اپنے اپنے دماغ اور ہاتھ پیر کا استعمال کر کے اپنے پروردگار کا کتنا حق ادا کر رہے ہیں۔ آئے مولانا جلال الدین رومیؒ کے سوال کا جواب تیار کریں، وہ ہم سے پوچھ رہے ہیں: کیا کمہار گھڑا اس لئے ہی بناتا ہے کہ اس کا مقصد صرف گھڑا بنانا ہی ہے اور کیا اس کا مقصد پانی کی فراہمی نہیں ہے؟

ہیچ کوزہ گر کند کوزہ شتاب؟

بہر عین کوزہ، نئے بر بوئے آب؟

